کشمیر کی تحریکِ حُرّیت

علامہ اقبال کے خطُوط
کشمیری مشاہیر کے نام

کلیم اختر

علامہ اقبالؒ کے اردو خطوط کے کئی مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان میں پروفیسر شیخ عطاء اللہ کا مرتب کردہ "اقبال نامہ" دو حصوں میں ۱۹۴۴ء اور ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا۔ بزمِ اقبال لاہور نے "مکاتیبِ اقبال" بنام خان نیاز الدین خان ۱۹۵۴ء میں شائع کیے۔ اقبال اکادمی کراچی نے "مکتوباتِ اقبال" بنام سید نذیر نیازی ۱۹۵۷ء میں طبع کیے۔ اس سے قبل ۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ نے "شادِ اقبال" کے نام سے اُن خطوط کو ترتیب دیا جو علامہ اقبالؒ نے مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ مدار المہام سلطنتِ آصفیہ حیدرآباد دکن کو تحریر کیے تھے۔ مارچ ۱۹۶۷ء میں اقبال اکادمی کراچی نے "انوارِ اقبال" کے نام سے ان خطوط کو یکجا کر کے شائع کیا جو علامہ اقبال نے وقتاً فوقتاً اپنے احباب اور ہم عصر ادیبوں اور شاعروں کو لکھے تھے۔ حال ہی میں علامہ اقبال کے مولانا غلام قادر گرامی (جالندھری) کے نام مکتوبات کا مجموعہ بھی منظرِ عام پر آچکا ہے۔ انگریزی زبان میں قائد اعظم محمد علی جناح اور دیگر مشاہیر کرام کے نام خطوط ان کتابوں کے علاوہ ہیں۔

اردو مکتوبات کے ان مجموعوں میں کئی خطوط ایسے ہیں جو علامہ اقبال نے بالواسطہ یا بلاواسطہ کشمیر اور اہل کشمیر کے بارے میں کشمیری مشاہیر اور ہمدردانِ تحریکِ کشمیر کو تحریر کیے۔ چنانچہ "اقبال نامہ" حصہ اول اور حصہ دوم میں جن کشمیری مشاہیر کو مخاطب کیا گیا ہے ان میں منشی محمد الدین فوقؔ، خان صاحب منشی سراج الدین میر منشی کشمیر ریذیڈنسی، سید انور شاہ لولابی ثم دیوبندی، شیخ محمد عبداللہ، اور ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

جموں و کشمیر میں مقیم کشمیری باشندوں کے علاوہ علامہ اقبال نے اپنے خطوط میں جن کشمیری نژاد

دانش وروں، سیاستدانوں اور اصحابِ فکر و نظر کو اپنے فکری اور نظری خیالات و نظریات سے آگاہ کیا ہے ان میں پنڈت جواہر لال نہرو، مولوی سراج الدین پال، پروفیسر صوفی غلام مصطفےٰ تبسم، ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی کے ساتھ خواجہ غلام السعدین سابق ناظم تعلیمات حکومتِ جموں و کشمیر اور پٹنہ کے سید نعیم الحق ایڈووکیٹ کے نام نمایاں ہیں۔

"انوار اقبال" میں جن کشمیری مشاہیر کو مخاطب کیا گیا ہے ان میں محمد الدین فوق، میر خورشید احمد، منشی شیخ سراج الدین پال افسر کے علاوہ نواب بہادر یار جنگ پروفیسر محمد علیم الدین سالک اور مرزا یعقوب بیگ بھی شامل ہیں۔ مؤخر الذکر تینوں حضرات کو تحریک آزادیٔ کشمیر کے حوالے سے یاد کیا ہے۔

"مکتوباتِ اقبال" میں سید نذیر نیازی نے علامہ اقبال کے کئی خطوط کے پس منظر کو تحریک آزادیٔ کشمیر کے سیاق و سباق میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح اقبال بنام گرامی کے دو ایک خطوط سے بھی علامہ اقبال کے اہلیانِ کشمیر سے لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ اقبال کے ان خطوط کے مطالعہ سے جو بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے وہ ان کی کشمیر کی آزادی کے لیے تڑپ، جوش اور ولولہ ہے۔ علامہ اقبال کشمیریوں کی انفرادی اور اجتماعی غلامی اور محکومی پر آنسو ہی نہ بہاتے تھے بلکہ ان کو زنجیرِ غلامی توڑنے اور زندہ رہنے کے لیے درسِ عمل بھی دیتے تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ کشمیری قوم آزاد ہو کر اپنی خداداد قابلیت اور فطری صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرے۔ اس ضمن میں اُن کے منشی محمد الدین فوق کے نام خطوط توجہ کے مستحق ہیں۔ اور غالباً کشمیریوں میں یہ فوقیت منشی محمد الدین فوق ہی کو حاصل رہی کہ علامہ اقبال نے سب سے زیادہ خطوط انھی کو تحریر کیے اور نہ صرف ان کی قلمی کاوشوں کو سراہا بلکہ "مجدد الکشامرہ" کے خطاب سے بھی نوازا۔ علامہ اقبال نے فوق مرحوم کو "ڈیر فوق ــــــ ڈیئر فوق صاحب ـــ برادر مکرم و معظم" اور مکرم بندہ کے القابات سے مخاطب کیا ہے۔ علامہ اقبال کے فوق مرحوم کے نام مکاتیب کی تعداد تینتیس کے لگ بھگ ہے۔

"انوار اقبال" میں حضرت علامہ کا وہ خط بھی فوق مرحوم کے نام موجود ہے جو شعرائے کشمیر کا تذکرہ مرتب کرنے کے بارے میں ہے۔ یہی خط "اقبال نامہ" حصہ اول میں ظہور الدین مہجور محکمہ مال کے نام پر درج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر میں ظہور الدین مہجور نام کی کوئی شخصیت نہ تھی۔ البتہ کشمیری زبان کے مشہور شاعر پیرزادہ غلام احمد مہجور تھے اور حضرت علامہ کا خط غلام احمد مہجور

کے نام ہی ہے ۔ جنھوں نے تذکرہ شعرا کشمیر لکھنے کے لیے علامہ اقبال سے رجوع کیا تھا۔

فوق مرحوم کے نام خطوط میں علامہ اقبال نے ان کی علمی و ادبی خدمات کو سراہا ہے جو وہ کشمیریوں کی بیداری کے لیے کر رہے ہیں ۔ ان خطوط میں کشمیر کی علمی ، ادبی سرگرمیوں، کشمیری ثقافت و صحافت ، کشمیر کی پرانی تاریخ کی ترتیب و تدوین اور کشمیریوں کی معاشرتی اور معاشی حالات پر بھی اظہار کیا گیا ہے ۔

فوق مرحوم کے نام ایک خط میں اپنے خاندانی حالات کے بارے میں لکھتے ہیں :

" .... مجھے معلوم نہیں لفظ " سپرو " کے معانی کشمیری زبان میں کیا ہیں ۔ ممکن ہے اس کے معنی وہی ہوں جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں ۔ یعنی وہ لڑکا جو چھوٹی عمر میں بڑوں کی سی ذہانت دکھائے ۔ البتہ کشمیری برہمنوں کی جو گوت " سپرو " ہے اس کے اصل کے مطابق جو کچھ میں نے اپنے والد مرحوم سے سنا تھا وہ عرض کرتا ہوں ۔ جب مسلمانوں کا کشمیر میں دور دورہ ہوا تو براہمن کشمیر مسلمانوں کے علوم و زبان کی طرف بوجہ قدامت پرستی یا اور وجوہ کے توجہ نہ کرتے تھے ۔ اس قوم میں پہلے جس گروہ نے فارسی زبان وغیرہ کی طرف توجہ کی اور اس میں امتیاز حاصل کرکے حکومت اسلامی کا اعتماد حاصل کیا وہ " سپرو " کہلایا ۔ اس لفظ کے معنی ہیں وہ شخص جو سب سے پہلے پڑھنا شروع کرے یا جس نے سب سے پہلے پڑھنا شروع کیا ۔ " س " تقدم کے لیے کئی زبانوں میں آتا ہے اور " سپرو " کا ' رو ٹ ' وہی ہے جو ہمارے مصدر پڑھنا کا ہے ۔"

آگے چل کر علامہ اقبال لکھتے ہیں :

" ــــــ ولیو ان ٹیک چند ایم ۔ اے جو پنجاب کے کمشنر تھے ۔ ان کو تحقیق لسان کا بڑا شوق تھا ۔ ایک دفعہ انبالہ میں انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ لفظ " سپرو " کا تعلق ایران کے قدیم بادشاہ شاہ پور سے ہے اور " سپرو " حقیقت میں ایرانی ہیں جو اسلام سے بہت پہلے ایران کو چھوڑ کر کشمیر میں آباد ہوئے اور اپنی ذہانت و فطانت کی وجہ سے برہمنوں میں داخل ہو گئے ۔"

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی ؒ سے اہل خطہ کی عقیدت و ارادت ڈھکی چھپی نہیں ہے اور یہی بات ندیہ ہے کہ اسی مرد حق بین کی وساطت سے خطہ کشمیر ۔ جنت نظیر میں اسلام پھیلا اور

بڑی تیزی سے پھیلا۔ علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" میں اس بزرگ ہستی کا ذکر بڑی دل سوزی سے کیا ہے اور یہاں تک کہا ہے :

سید السادات سالارِ عجم
دستِ او معمارِ تقدیرِ اُمم

فوق مرحوم کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"—— امیر کبیر کی "ذخیرۃ الملوک" دیکھنے کا میں بھی مشتاق ہوں۔ کوئی شخص کشمیر میں اس کا ترجمہ اردو زبان میں کر رہا ہے ——"

(افغانی کے جتنوں کا حوالہ)

ایک اور خط میں فوق مرحوم کو لکھتے ہیں

"ڈیئر فوق! کیا آپ آج کل لاہور میں ہیں یا امیراکدل میں۔ ایک دفعہ آپ نے "کشمیری میگزین" میں میرے حالات شائع کیے تھے اگر اس نمبر کی کوئی کاپی آپ کے پاس رہ گئی ہو تو ارسال فرمائیے۔ پھر واپس کر دی جائے گی۔ اگر پاس نہ ہو تو کہیں سے منگوا دیجئے"۔

یہ مضمون "مشاہیر کشمیر" میں چھپ چکا ہے —— اور علامہ محمد اقبال کے حالات پر پہلا مضمون ہے

مولانا غلام قادر گرامی (جالندھری) کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :

"—— کیا آپ امسال کشمیر چلیں گے۔ اگر ارادہ ہو تو لکھیے۔ ممکن ہے کہ میں آپ کا ساتھ دوں۔ کشمیر کی سیر کا آپ کی معیت میں لطف رہے گا۔ غنی کشمیری کی روح خوش ہوگی کہ گرامی جالندھری اس کے مزار پر آئے"۔

مولانا غلام قادر گرامی کبھی کشمیر گئے تھے یا نہیں اس سلسلہ میں گرامی اور اقبال دونوں کی تحریروں میں کوئی حوالہ نہیں ملتا ہے البتہ جب راقم نے اس ضمن میں ابوالاثر حفیظ جالندھری سے استفسار کیا تو انھوں نے کہا

"مولانا گرامی جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے کشمیر کبھی نہیں گئے۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ گرامی کشمیر کبھی نہیں گئے وہ تو یوں بھی سفر سے حتی الوسع کتراتے تھے۔ البتہ مجھ سے کشمیر کی مدح سن سن کر شاباش دیتے اور میرے سفر کو میری شاعری کے لیے ضروری فرماتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ کشمیر کے بارے میں جو پڑھا ہے اسی سے

سے ظاہر ہے کہ دنیا میں جنت ہے لیکن اس پر شیطان قابض ہے۔ کشمیر کے موضوع پر ان کی کوئی نظم نہ میں نے نہ کسی میرے جاننے والے نے سنی۔ واللہ علم"۔

(خط ابوالاثر حفیظ جالندھری بنام کلیم اختر)

علامہ اقبال نے متذکرہ صدر خط ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو تحریر کیا تھا۔ مگر وہ خود بوجوہ ۱۹۲۱ء تک کشمیر نہ جا سکے تھے ــــــ ، نومبر ۱۹۲۰ء کو انھوں نے پھر مولانا گرامی کو لکھا

"ــــ میں نے شیخ نصیر الدین کے کتب خانے میں طالب آملی کے دیوان کا ایک قدیم خوشخطی نسخہ دیکھا ہے"۔

طالب آملی کا شمار کشمیر کے صف اول کے فارسی گو شعرائے کرام میں ہوتا ہے جنھیں جہانگیر بادشاہ نے ملک الشعرا کا خطاب دیا تھا اور وہ ابوطالب کلیم ہمدانی کا ہم عصر تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ اقبال کو کشمیر کے قدیم شاعروں اور ان کے کلام سے کس قدر عقیدت و دلچسپی تھی۔

علامہ اقبال نے خان صاحب منشی سراج الدین میر منشی ریذیڈنسی کو بھی کئی خطوط تحریر کیے۔ آپ منشی صاحب مرحوم کی علمی فضیلت اور سخن فہمی کے زبردست مداح تھے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ــــ آپ ہندوستان کے ان چند لوگوں میں سے ہیں جن کو شاعری سے طبعی مناسبت ہے اور اگر نیچر ذرا فیاضی سے کام لیتی تو آپ کو زمرۂ شعرا میں پیدا کرتی۔ بہر حال شعر کا صحیح ذوق شاعری سے کم نہیں بلکہ کم از کم ایک اعتبار سے اس سے بہتر ہے۔ محض ذوقِ شعر رکھنے والا شعر کا ویسا ہی لطف اٹھا سکتا ہے جیسا کہ خود شاعر جبکہ تصنیف کی شدید تکلیف اسے اٹھانی نہیں پڑتی"۔

حضرت علامہ اقبال اپنا کلام منشی سراج الدین کو بھی ارسال کرتے تھے اور انھیں کہتے تھے کہ بعد از مطالعہ اسے "مخزن" میں بھیج دیجیے ــــ ۱۹۰۲ء میں علامہ اقبال نے ایک طویل نظم منشی صاحب مرحوم کو ارسال کی۔ جس کے بارے میں لکھا۔ "یہ چند شعر قلم برداشتہ آپ کے شکریہ میں عرض کرتا ہوں"۔

آپ نے مجھ کو جو بھیجی ارمغانِ انگشتری
دے رہی ہے مہر و الفت کا نشانِ انگشتری
زینتِ دستِ حنا مالیدۂ جاناں ہوئی
ہے مثالِ عاشقانِ آتش بجاں، انگشتری

تو سراپا آئینۂ از سورۂ قرآں فیض

وقفِ مطلق اے سراجِ مہرباں انگشتری

میرے ہاتھوں سے اگرچہ پہنے اُسے وہ دلربا

ہو رموزِ بے دلی کی ترجماں انگشتری

"اقبال اور تصوف" کے موضوع پر بہت کچھ کہا جاتا ہے اور کلامِ اقبال سے مختلف تعبیریں نکالی جارہی ہیں۔ مگر اقبال نے اس موضوع پر منشی سراج الدین کو جو کچھ لکھا وہ درج ذیل کیا جارہا ہے اس سے علامہ اقبال کے نقطۂ نظر سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

"—— ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض وغایت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس مثنوی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی اشاعت رسول اللہ صلعم کے منہ سے ہوئی۔ صوفی لوگوں نے اُسے تصوف پر ایک حملہ تصور کیا ہے اور یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے۔ انشاءاللہ دوسرے حصے میں دکھاؤں گا کہ تصوف کیا ہے اور کہاں سے آیا اور صحابہ کرامؓ کی زندگی سے کہاں تک ان تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے جن کا تصوف حامی ہے:

علامہ اقبال کی خط وکتابت میر خورشید احمد مرحوم سابق پولیٹیکل ایجنٹ سے بھی تھی۔ خط وکتابت کی تقریب علمی وادبی موضوعات تھے۔ میر خورشید احمد بھی چونکہ رزیڈنسی سے وابستہ تھے اور خاں صاحب منشی سراج الدین کے ہم جلیس تھے اس لیے وہ اکثر منشی صاحب کے ساتھ حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوتے —— حضرت علامہ اپنے ایک خط میں میر خورشید احمد کو لکھتے ہیں:

"—— ساقی نامہ کشمیر کے متعلق بعض لوگوں کا گلہ سن کر مجھے تعجب ہوا۔ افسوس ہے ہندوستان سے فارسی رخصت ہوگئی۔ سعدی نے محض قومی رقابت سے کشمیریوں کی ہجو کی ہوگی، کیونکہ ایک زمانہ میں کشمیر ایران کا ہمسر رہ چکا ہے میں نے تو کھرا دیا ہے اور یہ بات سیاقِ اشعار سے صاف ظاہر ہے۔ دکھڑے کی بنا بھی واقعات پر ہے جن کا میں نے کشمیر میں خود مشاہدہ کیا ہے۔ پنجاب کے

کشامرہ کی حالت کشمیر کے کشامرہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ نظم کا موضوع "کشامرۂ کشمیر" ہیں کہ "کشامرۂ پنجاب" جو لوگ میرے اشعار کو کشمیریوں کی ہجو تصور کرتے ہیں۔ وہ شعر کے مذاق اور مقاصد سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ ان کے لیے یہی جواب کافی ہے کہ میرے آباء و اجداد اہلِ خطہ میں سے ہیں۔"

علامہ اقبال کا اشارہ اس ساقی نامہ کے بارے میں ہے جس کا شعر ہے ؎

کشمیری کہ بابندگی خُو گرفتہ
بُتے می تراشد زسنگِ مزارے

اور یہ شعر انھوں نے ۱۹۲۱ء میں اپنے سفرِ کشمیر کے دوران نشاط باغ سری نگر میں بیٹھ کر لکھا تھا۔

میر خورشید احمد ــــ پاکستان کے سابق وفاقی وزیر خورشید حسن میر کے والد ماجد تھے۔

"اسلام اور تصوف" کے موضوع کی طرح اقبال کے سیاسی عقیدہ کے بارے میں بھی بحث و مباحث ہوتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے خواجہ غلام السیدین ناظم تعلیمات جموں کشمیر کو بھی ایک خط لکھا جو ان کے اعتقاد کی پوری طرح ترجمانی کرتا ہے

"ــــ سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیت کے مذہب کے مخالف ہیں اور اس کو افیون تصور کرتے ہیں۔ لفظ "افیون" اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ مَیں مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخِ انسانی کی مادی تعبیر سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہوں مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا۔ جس کی تشریح مَیں نے ان تحریروں میں جابجا کی ہے اور سب سے بڑھ کر اس فارسی مثنوی میں جو عنقریب آپ کو ملے گی۔ جو روحانیت میرے نزدیک مغضب ہے یعنی افیونی خواص رکھتی ہے اس کی تردید مَیں نے جابجا کی ہے۔ باقی رہا سوشلزم۔ سو اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے جس سے مسلمان سوسائٹی نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔"

اس خط کے اقتباس سے اقبال کے سیاسی نظریہ اور عقیدہ کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ اور صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ دینِ اسلام کو عہدِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پاتے تھے اور دینِ اسلام کی عملی افادیت و اہمیت سے بھی بخوبی واقف تھے۔ ان کے نزدیک اسلام کو عملی صورت میں ڈھالنے کی ساری ذمہ داری قومِ مسلم پر ہے۔ کیونکہ جب سے مسلمانوں نے دین کے عمل

پہلوؤں کو فراموش کیا ہے، اس وقت سے مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اور اسلام کی اہمیت اغیار کے سامنے کم ہوئی۔ اس سلسلہ میں ایک اور کشمیری نژاد مولوی سراج الدین پالؔ مرحوم کو ایک خط میں لکھتے ہیں

"ـــــ جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہوگئی تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جایا کرتا ہے ـــــ ان کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترکِ دنیا موجبِ تسکین۔ اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی، اس شکست کو جو اُن کے تنازع البقا میں ہو چھپایا کرتی ہے۔ خود ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھئے ان کے ادبیات کا انتہائی کمال لکھنؤ کی مرثیہ گوئی پر ختم ہوا ـــــ"

ـــــ یعنی ان کے نزدیک بے عمل قوم کا انجام ـــــ موت ہے اور مسلمانوں کی پستی کی وجہ محض بے عملی اور دین اسلام سے دُوری ہے ـــــ علامہ اقبال کو دینِ اسلام سے بے پناہ عشق تھا وہ اسے عصرِ جدید کے مسائل و معاملات کا حل سمجھتے تھے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسا مفسرِ قرآن و حدیث آگے بڑھے جو دوسرے مذاہب اور نظریات کے مقابلے میں قانونِ فطرت کو انسانی رہنمائی کے لیے پیش کرے کیونکہ نسلِ انسانی کی رہبری و رہنمائی کے لیے یہی دین مکمل اور اکمل ہے۔ اس مسئلہ پر علامہ اقبال بے چین رہتے کبھی وہ سید سلیمان ندوی سے رجوع فرماتے، کبھی مولانا انور شاہ دیوبندی کی توجہ مبذول کراتے اور کبھی مولوی احمد دین صاحب کو لکھتے ـــــ پروفیسر صوفی غلام مصطفےٰ تبسم کو ایک خط میں لکھتے ہیں

"ـــــ کیا اچھا ہو کہ مولوی احمد دین صاحب شریعتِ محمدیہ پر ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائیں۔ جس میں عبادت و معاملات کے متعلق صرف قرآن سے استدلال کیا گیا ہو ـــــ"

شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ دیوبندی سے تو اُن کی اس موضوع پر خاصی گفت و شنید رہی۔ مولانا عبدالصمد صارمؔ لکھتے ہیں

"ـــــ ڈاکٹر اقبال مرحوم یہ سمجھتے تھے کہ تمام عالمِ اسلام میں اگر کوئی عالم فقہ جدیدہ کو مرتب و مدوّن کر سکتا ہے تو وہ شاہ صاحب اور اقبال ہی کر سکتے ہیں۔"

سے تعبیر کرتے تھے ۔۔۔ جو کہ بالکل درست ہے اور ہمارے نزدیک علامہ محمد اقبال ہی تحریک کشمیر کے بانی ہیں۔۔۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ کا ایک خط ڈاکٹر محمدؒ رفیع الدین (سابق ڈائرکٹر اقبال اکادمی) کے نام ہے اور ۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء کا تحریر کردہ ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں۔

"۔۔۔ مجھے معلوم ہے اس قسم کے دستاویزات آپ کے پاس ہیں لیکن اگر وہ پوشیدہ رہیں تو ان کا کیا فائدہ ہے؟ مجھے آپ ان کا اصل بھجوا دیجئے۔ تو میں ان سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت نکالوں ۔۔۔ بعد تصفیہ بعض امور کے جن کی تشریح اس خط میں ضروری نہیں، وہ تمام کاغذات آپ کو واپس دے دوں گا"

یہ کاغذات قضیۂ کشمیر سے متعلق تھے اور یہاں پر یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے ...... بھائی مسٹر عبدالمجید قریشی ایڈیٹر "جمہور" جموں تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم کارکن تھے اور ریاستی حکومت کے مسلم کش پالیسیوں کو عیاں کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ قریشی صاحب کے مراسم مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک ایڈیٹر "انقلاب" سے تھے۔ سالک مرحوم نے اپنی "سرگزشت" میں قریشی صاحب کی زیرزمین سرگرمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ قریشی صاحب اپنے بھائی کی وساطت سے ریاستی امور سے متعلقہ کاغذات حضرت علامہ کو پہنچانے کے خواہش مند ہوں کیونکہ ان ایام میں علامہ اقبال تحریک کشمیر کے سلسلہ میں عملی جدوجہد کر رہے تھے۔ اور تحریک کے سیاسی قیدیوں کے مقدمات کی پیروی میں بھی مصروف تھے ۔۔۔ مولانا عبدالمجید قریشی ممتاز صحافی قیوم قریشی کے والد تھے۔

اس ضمن میں انھوں نے سیاسی اسیروں کی رہائی کے لیے پٹنہ کے مشہور ایڈوکیٹ سید نعیم الحق کو کئی خطوط لکھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں

"۔۔۔ کشمیر کے مسلمانوں کی امداد و اعانت آپ کا بڑا ہی کرم ہے۔ عبدالحمید صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے ذکر کیا تھا کہ پٹنہ کے عبدالعزیز صاحب مسلمانوں کی امداد کو ہر وقت تیار ہوں گے۔ آپ میری طرف سے ان کی خدمت میں کشمیر کے بے بس مسلمانوں کی امداد کی درخواست کیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ آپ کے تار کا انتظار رہے گا۔"

سید نعیم الحق ایڈوکیٹ کو ایک اور خط میں لکھتے ہیں

"۔۔۔ جس مقدمے کی پیروی کے لیے میں نے آپ سے درخواست کی تھی اس کی

ایک خط میں سید انور شاہ دیوبندی کو لکھتے ہیں

"۔۔۔۔ آپ خدام الدین کے جلسہ میں تشریف لا رہے ہیں اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے۔ میں اسے اپنی سعادت تصور کروں گا۔"

اس سے علامہ اقبالؒ کی دین محمدی سے لگن اور عشق ہی کا اندازہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اسلام کے اصولوں کو متحرک اور مؤثر سمجھتے تھے ۔۔۔۔ مگر انھیں اگر کسی چیز سے کوئی گلا اور شکایت تھی تو وہ مسلم قوم کی لاپرواہی ، بے حسی اور مذہب میں "تازہ پسند طبیعت" سے تھی۔ اقبال مسلمانوں کی اس کوتاہی اور غفلت کی وجہ بھی جانتے تھے۔ ان کے نزدیک اس تنزل اور پستی کی ایک وجہ اقتصادی پریشان حالی بھی تھی ۔۔۔۔ خواجہ عبد الرحیم مرحوم کو ایک خط میں لکھا۔

"۔۔۔۔ یہاں کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کی وجہ سے کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ فضل کرے۔ جس قسم کی قوت خدا تعالیٰ نے مجھے دی ہے۔ میں اس قوت سے کام لے سکتا ہوں لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ اخلاص و دیانت کے لوگ بہت دشمن ہیں۔"

علامہ اقبال کی شاعری کے مداح صرف برصغیر کے عوام ہی نہ تھے بلکہ غیر ملکی دانش ور بھی ان کے کلام بلاغت نظام سے محظوظ ہوتے تھے اور بعض تو ان کے کلام کا ترجمہ کرنا اپنے لیے باعثِ عزت گردانتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک صاحبِ علم مسٹر ٹیوٹ تھے جو سری نگر میں مقیم تھے اور کلامِ اقبال میں بے حد دلچسپی لیتے تھے۔ ان کے بارے میں حضرت علامہ ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی مصنف "کشمیر" کو لکھتے ہیں :

"میں نے مسٹر ٹیوٹ کو سری نگر کے پتہ پر لکھا ہے۔ آپ نے جو تجویز کی ہے مناسب ہے۔ میں بھی آپ کے تراجم دیکھ لیا کروں گا۔"

یہاں پر علامہ اقبال کا اشارہ اپنی ان رباعیات کی طرف ہے جن کا مسٹر ٹیوٹ نے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

اوپر علامہ اقبال کے کشمیر کے بارے میں نظری و فکری جذبات و احساسات کا بیان کیا گیا ہے اب علامہ اقبال کے اُن خطوط کا مختصر جائزہ لیا جائے گا جو انھوں نے "تحریک آزادی کشمیر" کے بارے میں لکھے۔ چونکہ اقبال نے سیاسیاتِ کشمیر میں نہ صرف قلمی طور پر حصہ لیا بلکہ عملی طور پر بھی شرکت کی۔ اس لیے بعض حضرات ان کی سیاسیاتِ کشمیر میں شرکت کو ان کے ایک سیاسی کارنامہ

پیروی چودھری ظفر اللہ خان کریں گے۔ عبدالحمید صاحب نے مجھے یہ اطلاع دی ہے اور میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کو ہر قسم کی زحمت سے بچانے کے لیے مجھے فی الفور آپ کو مطلع کرنا چاہیئے۔ چودھری ظفر اللہ خاں کیونکر اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔ میں اس تمام زحمت کے لیے جو آپ برداشت کر رہے ہیں اور اس تمام ایثار کے لیے جو آپ گوارا فرما رہے ہیں، بے حد ممنون ہوں۔"

"اقبال نامہ حصہ اوّل میں تین خط نامعلوم مکتوب الیہ کے نام ہیں..... یہ خطوط سید نعیم الحق صاحب کا خیال ہے کہ شیخ محمد عبداللہ کے نام لکھے گئے ہیں۔ اور شیخ عطا اللہ صاحب مرتب اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ اوّل کا یہ خیال ہے کہ یہ کسی اور بزرگ کے نام لکھے گئے ہیں اور اسی سلسلہ میں جناب جگن ناتھ آزاد کا یہ کہنا ہے کہ "میں اقبال نمائش کے انعقاد سے ذرا قبل یہ تینوں خطوط لے کر شیخ محمد عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے تینوں خطوط کو پوری توجہ سے پڑھا اور اور چالیس سال قبل کے واقعات کو اپنے حافظے کی گہرائیوں میں ٹٹولتے ہوئے فرمایا:

"یہ خطوط میرے نام نہیں ہیں۔ میں اس زمانے میں جیل میں تھا اور خطوط کے متن سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں خطوط ہم لوگوں کے مقدمے سے ہی متعلق ہیں۔"

(صفحہ ۱۲۶ اقبال ۸۴ء ـ مرتبہ ڈاکٹر وحید عشرت)

راقم نے تحقیق کے بعد یہ پتہ لگا لیا ہے کہ یہ تینوں مکتوب کشمیر کے اس وقت کے سیاسی رہنما مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل مرحوم کے نام ہیں جو اسیرانِ کشمیر کے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے۔ اُن کے ساتھ دوسرے وکیل اسد اللہ صاحب مرحوم تھے۔ دوسرے اور تیسرے خط میں علامہ محمد اقبال نے مکتوب الیہ کو "جناب مولوی صاحب" کے لقب سے خطاب کیا ہے۔

یہ تینوں خط مولوی محمد عبداللہ وکیل کے نام ہیں۔ جن کا ابتدائی دور میں تعلق جماعت احمدیہ سے تھا اور یہ بعد میں فرقہ بہائی سے منسلک ہو گئے۔ مختلف مذاہب و ادیان کی جستجو کرتے رہتے تھے۔ ان کے فرزندوں میں خواجہ عبدالرحیم سابق سیشن جج لاہور مولوی محمد ایوب صابر سیاسیات کشمیر سے وابستہ رہے ہیں۔ صابر صاحب کے اخبار کا نام "البرق" تھا۔ جبکہ خواجہ عبدالرحیم مرحوم کے بیٹے پاکستان کے ممتاز ماہر قانون دان ڈاکٹر عبدالباسط اور ریٹائرڈ بریگیڈیئر عبدالقیوم سینیٹر پاکستان سینیٹ ہیں۔"

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ شیخ عبدالحمید وکیل ان دنوں صدر کشمیر کانفرنس جموں تھے اور شیخ محمد عبداللہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر تھے اور ان ایام میں پابند سلاسل تھے۔ ان کے ہمراہ جیل میں چودھری غلام عباس۔ مستری یعقوب علی۔ غلام نبی گلکار اور سردار گوہر رحمٰن خان لودھی تھے۔

ان خطوط کے علاوہ ایک خط شیخ محمد عبداللہ کے نام بھی ہے جو ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو لکھا گیا حضرت علامہ لکھتے ہیں :

"۔۔۔۔ جو مختلف جماعتیں سنا ہے کہ بن گئی ہیں اور ان کا باہمی اختلاف آپ کے مقاصد کی تکمیل میں بہت بڑی رکاوٹ ہوگا۔ ہم آہنگی ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام سیاسی تمدنی مشکلات کا علاج ہے۔ ہندی مسلمانوں کے کام اب تک محض اس وجہ سے بگڑے رہے کہ ہر قوم ہم آہنگ نہ ہو سکی اور اس کے افراد اور بالخصوص علما اوروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے رہے بلکہ اک حقیقت ہیں۔ بہر حال دعا ہے کہ آپ کے ملک میں یہ تجربہ نہ ہو۔"

سیاسیات کشمیر کے بارے میں حضرت علامہ نے محمد علیم الدین سالک سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور اور مرزا یعقوب بیگ کو بھی خطوط لکھے ۔۔۔۔ پروفیسر علم الدین سالک کا تعلق گو ریاست سے نہ تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ ریاستی عوام کی سیاسی بیداری میں ان کا بہت حصہ ہے۔ انھوں نے ۱۹۲۲ء ہی سے جموں اور سری نگر جانا شروع کر دیا تھا اور دینی، علمی اور ادبی مجالس منعقد کر کے کشمیریوں کے سیاسی شعور کو جلا بخشی۔ علم الدین سالک کی کشمیر سے دلچسپی ہی بنا کر حضرت علامہ نے انھیں لکھا

"۔۔۔ وہ مسودہ ابھی تک نہیں آیا۔ میں اس کا منتظر ہوں۔ تاکہ ڈپوٹیشن جانے سے پہلے اس کی اشاعت ہو جائے۔"

علامہ محمد اقبال، علیم الدین سالک مرحوم کو "اعزازی کشمیری" کہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ڈیپوٹیشن نے ارباب اختیار سے کشمیر کے معاملات و مسائل کے بارے میں ہی ملنا تھا اور علامہ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسی مسودہ کو دیکھ لیں جو پیش کیا جانا تھا۔

مرزا یعقوب بیگ کا تعلق احمدیہ جماعت سے تھا۔ اس وقت علامہ کے جماعت احمدیہ سے اختلافات شدت اختیار کر گئے تھے اور اس بنا پر انھوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی جس کے صدر مرزا

بشیر الدین محمود تھے، سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ جماعت احمدیہ کسی مسئلے پر حضرت علامہ سے یکطرفہ فیصلہ کرانا چاہتی تھی اور مرزا یعقوب بیگ اپنی جماعت کی ہدایات کے مطابق اس کام کے لیے مستعد تھے۔ انہی دنوں مجلس احرار اسلام اور جماعت احمدیہ میں ٹھن گئی تھی۔ علامہ اقبال خود کو مرزائیت سے منسوب نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس پس منظر میں حضرت علامہ کا مرزا یعقوب بیگ کے نام خط دلچسپ بھی ہے اور پُر معنی بھی۔ لکھتے ہیں

"ــــــ ممبران لاہور سے باہر گئے تھے۔ دونوں سکریٹری بھی باہر گئے ہیں۔ رحیم بخش صاحب یہاں نہیں ہیں۔ میں اپنی ذمہ داری پر کوئی جواب لکھنا نہیں چاہتا۔ ہاں ذاتی رائے رکھتا ہوں جس کے بیان کا موقع ابھی نہیں آیا۔"

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ علامہ اقبال نے انجمن حمایتِ اسلام کی کونسل میٹنگ سے مرزا یعقوب بیگ کو عقیدہ کی بنا پر ہی نکال دیا تھا۔ جس کا مرزا یعقوب بیگ کو صدمہ ہوا تھا۔

حضرت علامہ اقبال کو کشمیر کے سیاسی قیدیوں کے مقدمات کی از حد فکر دامن گیر رہتی تھی۔ وہ ہر لحظہ ان کی مدد و اعانت کے لیے کوشاں رہتے تھے اور جہاں کہیں بھی روشنی کی کرن نظر آتی وہاں لپکتے تاکہ کشمیریوں کی امداد جاری رہے۔ اپنے ایک خط میں نواب بہادر یار جنگ مرحوم کو لکھتے ہیں۔

"ــــــ مظلومینِ کشمیر کی امداد کے لیے آپ سے درخواست کرنے کے لیے یہ عریضہ لکھتا ہوں۔ اس وقت تک حکومت کی طرف سے ان پر متعدد مقدمات چل رہے ہیں جن کے اخراجات کی وجہ سے فنڈ کی نہایت ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی تھوڑی سی توجہ سے یہ مشکل حل ہو جائے گی۔"

دوسری طرف وہ فنڈ کے بارے میں بے حد محتاط بھی تھے اور مقدمات کے مصارف سے آگاہ بھی۔ شیخ عبداللہ کو لکھتے ہیں۔

"ــــــ کشمیر کمیٹی کے پاس زیادہ فنڈ نہیں ہے ورنہ میں خورشید صاحب کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس واسطے مہربانی کر کے ان کی خدمت میں عرض کریں کہ اگر آپ بلا کسی قسم کے معاوضہ اور خرچ کے یہ خدمت کریں تو اللہ کے نزدیک اجرِ جزیل کے مستحق ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی اور صورت میں اس کا اجر مل جائے گا۔"

علامہ محمد اقبال کی یہ تحریر آج کے کشمیر کے حالات پر بھی صادق آتی ہے۔

حاشیہ

۱۔ شیخ عبدالحمید وکیل جموں، صدر کشمیر کانفرنس جموں۔ آپ جسٹس (ریٹائرڈ) عطا اللہ سجاد کے خسر تھے۔

نئی کتب اقبال اکادمی پاکستان

GABRIEL'S WING

IQBAL As I knew him By Doris Ahmad

The Reconstruction of Religious Thought in Islam

ALLAMA MUHAMMAD IQBAL

Concept of Self and Self - Identity

اقبال اور قرآن

برہان اقبال

میزان اقبال

اقبال کا تصور بقائے دوام

اقبال ایک مطالعہ

ایقان اقبال

IQBAL

سوانح اقبال

کلیات اقبال

اردو — فارسی

اردو نثر میں سیرت رسول

اقبال کی مابعد الطبیعیات

اقبال اور مقاصد علم

IQBAL REVIEW

مکتوبات و خطبات اقبال

جاوید نامہ

Poems from Iqbal

اقبال کے کلاسیکی نقوش

اقبال اور محبت رسول

دانائے راز

اقبال ۸۵ء

رموزیات اقبال

Rumi's Impact on Iqbal's Religious Thought